شیخ محمد شامل نے بتایا۔ یہاں سے چالیس، پچاس کیلو میٹر کی مسافت پر دریائے دجلہ کا وہ حصہ بھی ہے جس میں زبردست طغیانی کے باوجود حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے گھوڑ اسوار لشکر کو دریا پار کرنے کا حکم دیا تھا۔ شیخ شامل کا یہ کہنا تھا کہ میرے سامنے تاریخ عالم کے اس لاثانی واقعہ کی پوری تفصیل آگئی اور کچھ دیر تک ہم سب اس واقعہ کا تذکرہ کرتے رہے، رات کا وقت نہ ہوتا اور پروگرام کی بندش نہ ہوتی تو دجلہ کے اس مقدس کنارے کو ضرور دیکھنے جاتے لیکن ہمیں تو ابھی بغداد واپس ہونا تھا اور صبح کے دوسرے طے شدہ پروگرام تھے، اب جب کہ ہمارے گائڈ نے یہ واقعہ یاد ہی دلادیا ہے تو آپ بھی اس کا ضروری خلاصہ سنتے جائیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص عراق فتح کرکے قادسیہ کے زبردست معرکے سے فارغ ہوچکے تو فارس کے دارالحکومت مدائن کا قصد کیا، دجلہ کی مشرقی جانب میں مدائن واقع تھا جس کو مدائن قصویٰ بھی کہتے تھے اور غربی جانب میں بہرسیر تھا جس کو مدائنِ دنیا کہتے تھے۔ قصویٰ کے معنی بعید اور دنیا کے معنی قریب کے ہیں، مسلمان دریائے دجلہ کی غربی جانب سے آرہے تھے اس لیے پہلے ان کے راستے میں بہرسیر آتا تھا اور اسی وجہ سے اس کو مدائن دنیا کا لقب دیا۔ مدائن دوسرے کنارے پر تھا اس لیے اس کو مدائن قصویٰ کا نام دیا گیا۔ حضرت سعد دجلہ کی جانب غرب کو فتح کرتے ہوئے بہرسیر تک پہونچ گئے اور دریا کی غربی جانب میں سرزمین عرب تک جتنا فارس کا ملک تھا مسلمانوں کے قبضے اور اطاعت میں آگیا تھا، صرف خاص بہرسیر باقی رہ گیا تھا جس کا محاصرہ دو مہینے تک جاری رہا، محصورین نے پریشان ہوکر حضرت سعد کی خدمت میں پیغام صلح بھیجا، آخر کار بہرسیر کا گورنر شہر کے باشندوں اور لشکر کو لے کر مدائن چلا گیا۔ اب مدائن کی مہم سامنے تھی، اہل فارس نے دجلہ کے ساحل سے تمام کشتیاں ہٹادیں اور دریا پار کرنے کی کوئی صورت نہ رہی، بارش کی کثرت سے عام طور پر دریاؤں میں طغیانی زیادہ تھی، حضرت سعدؓ اسی تردد میں تھے کہ دجلہ کی طغیانی اور بڑھ گئی

اور اس کے پھیلاؤ کی انتہا نہ رہی، مسلمان یہ حالت دیکھ کر حیران و پریشان تھے کہ حضرت سعدؓ کو خواب میں دکھایا گیا "مسلمان دجلہ میں داخل ہو گئے ہیں"، خواب نے آپ کو ادھر متوجہ کر دیا اور آپ نے لشکر کے سامنے یہ تقریر کی، دشمن نے دریا کی طغیانی میں پناہ لے رکھی ہے، تم اس پر حملہ نہیں کر سکتے، وہ جب چاہے حملہ کر سکتا ہے، میری رائے یہ ہے اس سے پہلے کہ دنیا تم پر غالب آئے اور اس میں ملوث ہونے سے تمھارے حالات تبدیل ہو جائیں اور صدق و اخلاص کی یہ شان باقی نہ رہے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کچھ کر جاؤ، میں نے تو فیصلہ کر لیا ہے کہ گھوڑوں کو دریا میں ڈال دوں اور اسی حالت میں دریا کو پار کروں، آپ کا یہ تمام کا تمام لشکر سواروں کا تھا اس میں پیادے نہیں تھے، سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا کہ ہم دل و جان سے حاضر ہیں اور آپ کے حکم کے تابع ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے ارادے میں برکت عطا فرمائے، آپ نے حکم دیا کہ پہلے کچھ سوار آگے بڑھ کر پرلے کنارے پر قبضہ کر لیں، عاصم بن عمرو اور ذوالباس چھ سو سواروں کو لے کر دریا میں کود گئے اور معمولی مزاحمت کے بعد کنارے پر قبضہ ہو گیا، اس کے بعد حضرت سعدؓ نے حکم دیا کہ پورا لشکر دریا میں داخل ہو جائے اور یہ کلمات وردِ زبان رکھے "نستعین باللہ ونتوکل علیہ، حسبنا اللہ ونعم الوکیل، واللہ لینصرن اللہ ولیہ ولیظہرن دینہ ولیہزمن عدوہ ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" دریا عبور کرتے وقت لشکر کی ترتیب اس طرح رکھی گئی تھی کہ دو دو شخص باہم ملے ہوئے اور باتیں کرتے ہوئے جائیں۔ حضرت سعدؓ کے رفیق حضرت سلمان فارسیؓ تھے، حضرت سعدؓ بار بار ان کلمات کو دہرا رہے تھے، حضرت سلمانؓ نے فرمایا اسلامی لشکر جس طرح داخل ہوا ہے اسی طرح پار ہو گا طبری اور ابن الاثیر کے بیان کے مطابق ساٹھ ہزار شہسواروں کی یہ فوج تیز و تند دریا میں پھیلی ہوئی تھی اور ساتھی ایک دوسرے سے اس طرح باتیں کرتے جاتے

تھے گویا باغ کی روشنوں پر چہل قدمی کر رہے ہیں، تاریخ گواہ ہے کہ ان لشکریوں میں نہ کوئی شخص غرق ہوا، نہ کسی کی کوئی چیز ضائع ہوئی، صرف ایک شخص جس کا نام عرقدہ تھا گھوڑے سے پانی میں گرے، ان کے ساتھی قعقاع نے انھیں فوراً نکال لیا، دریا کو ایسی طغیانی کی حالت میں ہزاروں سواروں کا اس طرح اطمینان و سکون سے باتیں کرتے ہوئے پار کر لینا ایک عجیب وغریب بات تھی، گھوڑے اگرچہ دریا میں تیر سکتے ہیں مگر اتنے گہرے اور وسیع و عریض دریا کو جس میں عام حالات میں بھی جہاز چلتے ہوں، جوش وطغیانی کی حالت میں پار کرنا گھوڑوں کی طاقت سے باہر اور عام عادت کے خلاف تھا، اسی وجہ سے اہل مدائن نے اس حد درجہ غیر معمولی حالت کو دیکھا تو شہر خالی کر کے چلے گئے۔ ایک عرب شاعر نے تائید غیبی کے اس عجیب واقعہ کو اس طرح ادا کیا ہے:

واملنا علی المدائن خیلاً بحرها من برهن اریضا

یعنی ہم نے اپنے گھوڑوں کو مدائن پر جھکا دیا کہ مدائن کا دریا ان
کے لیے میدان کی طرح سیر و تفریح کی جگہ ہو گئی تھی۔

نہروان کے پل پر چند لوگوں کو دیکھا گیا کہ ایک خچر کو جس پر دو صندوق لدے ہوئے تھے تیزی کے ساتھ ہانکتے ہوئے لے جا رہے تھے، اس خچر کو پکڑ لیا گیا، ان صندوقوں میں دوسرے قیمتی سامان کے علاوہ "کسریٰ" کا نہایت قیمتی اور مرصع ومطلیٰ تاج بھی تھا جو کسی بڑے دربار کے موقع پر زیب سر کیا جاتا تھا، اس ولولہ انگیز تاریخی واقعہ کے بہت سے گوشے تفصیلی بیان کے محتاج ہیں جن کو ہم یہاں نظر انداز کر رہے ہیں اور آگے بڑھنا چاہتے ہیں، "طاق کسریٰ" کے عبرت انگیز اور سبق آموز مشاہدے کے بعد واپسی میں ہوائی گھر کی تفریح کا لطف اٹھایا اور بغداد واپس آ گئے، ہوٹل پہونچ کر عشاء کی نماز پڑھی اور سو گئے، دوشنبہ ۷ا فروری کا پروگرام نجف اشرف اور

کربلائے معلیٰ کا تھا، نجف میں بہت بڑا دار العلوم ہے، جہاں سیکڑوں طلبہ تعلیم پاتے ہیں ان میں اچھی خاصی تعداد ہندوستانیوں کی بھی ہے، موتمر کا باقاعدہ اجتماع آج "قاعتہ النعمان" کے بجائے نجف کے اسی دار العلوم کے وسیع ہال میں تھا، پروگرام کے مطابق تمام ارکانِ وفد ۸ ½ بجے "قاعتہ النعمان" پہونچ گئے اور ۹ بجے نجف کے لیے روانہ ہوگئے، بغداد سے نجف کی مسافت کم وبیش ایک سو پچاس کیلومیٹر ہے نئی اور اعلیٰ درجے کی بسوں میں یہ فاصلہ دو گھنٹے میں طے ہوگیا، چھپے ہوئے طے شدہ پروگرام میں اگرچہ "جامع کوفہ" کی زیارت کا نام نہیں تھا لیکن چند منٹ کے لیے یہاں بھی حاضری ضروری تھی، بغداد اور کوفہ کے درمیان "بابل" کے کھنڈر بھی آئے جن کے آس پاس سے ہماری سواریاں گذرتی ہوئی چلی گئیں، جیسے ہی کہا گیا "ہم اب بابل کے کھنڈروں کے قریب سے گزر رہے ہیں چند لمحوں کے لیے سب اسی طرف متوجہ ہوگئے مگر وقت کی تنگی کی وجہ سے گاڑیوں کو ٹھہرایا نہیں گیا اور ٹھہرا کر دیکھتے بھی کیا، یہ قدرتی بات ہے کہ دنیا کے اس قدیم ترین تاریخی شہر کا نام سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ولولۂ توحید اور نمرود کے غرورِ الوہیت کی باتیں یاد آگئیں، اور میں غور کرتا رہا کہ سائنس کی ترقی دو قدم اور آگے بڑھ گئی تو فضا ابراہیمؑ و نمرود کے مکالے کو کس طرح روئے زمین پر پھیلائے گی، آج کا پروگرام نہایت مصروف تھا، نجف کے "دار العلوم الاسلامیہ" میں ۱۰ بجے سے اجلاس کی کارروائی شروع ہونے والی تھی ـــــ مگر ہمیں راستے ہی میں گیارہ بج گئے تھے، اسی ہماہمی میں کوفہ کی شہرۂ آفاق مسجد "جامع کوفہ" پہونچے، اس طرح کے غیر معمولی تاریخی مقامات و آثار دیکھ کر جذبات کی ایک عجیب کیفیت ہوجاتی ہے، ہماری بھی ہوئی، لیکن ابھی صحنِ مسجد کا فاصلہ طے کرکے محرابِ علی تک پہونچے ہی تھے کہ واپسی کا تقاضا شروع ہوگیا، "جامع کوفہ" کی حاضری قلتِ وقت کی وجہ سے باقاعدہ پروگرام میں شامل